باب نمبر 13
نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی
افادات
ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب
www.SirateMustaqeem.net
اویسی بُک سٹال
جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

کریں اُن کو ہی ایمان سمجھتے ہوئے سر تسلیم خم کر کے ان کو مانا جائے۔ یہ ایمان ہے کہ جب ان کی طرف سے فیصلہ آ جائے تو اس وقت ان کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دے لیکن کوئی شخص ان کے فیصلے کے بعد اپنی رائے کو پیش نہیں کر سکتا کہ مجھے یہ چیز اچھی لگتی اور مجھے فلاں چیز اچھی لگتی ہے اور رب کا فیصلہ فلاں طرح کا آ گیا ہے۔ تو یہ مومن کی شان نہیں کہ وہ تقسیم کرے۔ اُس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے سامنے عقل کو قربان کرتے ہوئے اگر عقل مانتی ہے پھر بھی مانے۔ اگر عقل تسلیم نہیں کرتی پھر بھی عقل ایمان کے تابع کر کے اُس فیصلے کو تسلیم کرے تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف کو اپنے ساتھ ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ

جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرما دیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے فیصلے کی نسبت اپنی طرف بھی کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی کی کہ میرا فیصلہ وہی ہے جو میرے محبوب علیہ السلام کا ہے اور جو اُن کا فیصلہ ہے وہ میرا فیصلہ ہے۔ جو اُن کی حکومت اور نظام ہے وہ میرا نظام ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے تشریح ہمارے لئے کر دی کہ ان دو باتوں میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات میرے نظام ہی کی بات ہے۔ یہ دونوں اصطلاحیں ایک ہی نظام کے بارے میں ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶۲ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ حق کہ لوگ انہیں راضی

کریں۔ اب اس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو اپنی رضا کے ساتھ بیان کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شریعت میں حیثیت ہے اُس کو واضح کیا۔ اس انداز میں کہ:

اَنْ یُّرْضُوْہُ

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ضمیر جمع کی استعمال نہیں کی بلکہ واحد کی استعمال کی ہے۔ ویسے یوں چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَنْ یُّرْضُوْھُمَا

کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق دار ہیں کہ لوگ ان دونوں کو راضی کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دونوں کی جگہ ایک ہی ضمیر بیان فرمادی کہ یہ دونوں رضائیں حقیقت میں ایک ہی رضا ہے۔ دونوں کا معاملہ ایک ہی طرح کا ہے۔ دونوں کے فیصلے' دونوں کی حکومت' دونوں کے نظام ایک ہی طرح کے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے واحد کی ضمیر استعمال کر کے لوگوں کو متوجہ کیا کہ تم پر بھی لازم ہے کہ تم یہ بات چھوڑ دو کہ ہم کام کریں تو ہمارا بھائی راضی ہو جائے۔ ہمارے محلے والے راضی ہو جائیں یا دنیا والے راضی ہو جائیں۔ دیگر مخلوق کی رضا کو ثانوی حیثیت میں اپنے فیصلوں میں اپنی زندگی کے طریقے میں اور کسی کی رضا کو معیار بنا کے اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالو۔ بس ان دو ذاتوں کی رضا سے اس کو معیار بنا کے اپنے آپ کو اس کے تابع کر کے زندگی گزارو گے تو اس زندگی کو کہا جائے گا کہ یہ زندگی نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھاؤں میں گزاری جا رہی ہے۔

نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی کے مختلف مطلب ہیں۔

(ا) نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی کا پہلا مطلب ہے

کتنا مشکل ہے چونکہ اس کا تعلق براہ راست زندگی پر ہے اور فوراً ضرب پڑتی ہے۔
کاروبار مندا محسوس ہونے لگتا ہے' انسان سمجھتا ہے کہ میں تو پیسے کی دوڑ میں پیچھے رہ رہا ہوں۔

فرمایا:

رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا (سورہ النساء، آیت ٦١)

آپ دیکھیں گے منافقین کو کہ وہ بھگوڑے ہو کے بھاگ رہے ہیں۔ دوسری طرف منہ کر کے چل پڑے ہیں۔ اس بات پر وہ آ ہی نہیں رہے کہ جو ان کا حکم ہو گا وہ ہم تسلیم کریں گے۔ یہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالاتری کے لحاظ سے منافق کا کردار ہے۔

مومن کی شان کیا ہے؟

سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۱ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ مومنوں کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ مومنوں کی شان یہ ہے کہ جب اُن کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لایا جائے کیونکہ ان دونوں کا معاملہ تو ایک ہی ہے۔

یہ آج کچھ لوگ تقسیم کر رہے ہیں جبکہ یہاں تو بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا جا رہا ہے۔

لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ

تا کہ یہ دونوں ذاتیں فیصلہ کر دیں اور یہاں بھی وہی قانون ہے۔

حالانکہ لغت اور گرائمر کے لحاظ سے تو چاہیئے تھا لِیَحْکُمَا

تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں فیصلہ کریں لیکن قرآن نے کہا

لِيَحْكُمَ

فیصلہ جب ہے ہی ایک تو دو بنانے کی ضرورت کیا ہے۔ دو کی ضمیر لانے کی ضرورت کیا ہے۔ لِيَحْكُمَ دونوں کا فیصلہ ایک ہی فیصلہ ہے۔ دونوں کے دربار کی حیثیت ایک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ ہی کے تو نمائندہ ہیں۔

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

تا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے درمیان فیصلہ کر دیں

اَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

یہ ہے جو آغاز میں کیا کہ مومن کا یہ نعرہ ہوتا ہے کیا' سنا اور مان لیا۔

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

فوراً سنا اور مان لیا اُس میں یہ نہیں کہ دوستوں سے مشورہ کریں گے۔ کیا اس طرح کرنے سے کاروبار پر زد پڑتی ہے یا نہیں' فیصلہ کریں گے کیا ہماری زندگی میں کچھ فرق آتا ہے یا کہ نہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا" وہ ایسا سوچتا بھی نہیں بلکہ فوراً وہ اعلان کرتا ہے میں نے سن لیا اور مان لیا' جس وقت سامنے اللہ تعالیٰ کا فرمان آجائے تو مومن کی شان یہ ہے کہ وہ کہے گا' سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے سُنا اور ہم نے فوراً قبول کر لیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالاتری اور بالادستی جاننے والے لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا۔ یقیناً جب دو کے درمیان فیصلہ ہوگا تو ان دو میں سے کسی ایک کے خلاف ہوگا اور یقیناً جب کسی ایسی نوعیت کا فیصلہ ہوگا کہ ایسے کاروبار کرنا ہے یا نہیں کرنا تو اُس میں ضرور کوئی